www.KitaboSunnat.com

محمد آصف ہارون*

تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ

زیر نظر مضمون کو مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے فاضل رکن محمد آصف ہارون ﷾ نے قراءات متواترہ کے تواتر کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے جہاں 'خبر متواتر' کی تعریف متعین کرنے کی کوشش کی ہے وہیں اس بات کا بھی اظہار کیا ہے کہ تواتر کی تعریف کے ضمن میں موجود اِختلاف کا تعلق تدوین میں تصورات کی فنی ضابطہ بندی میں اصطلاحات کے فرق سے ہے، جو کہ حقیقی اختلاف شمار نہیں ہوتا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ کسی حدیث کے قبولیت وردّ کا اصل معیار عددی اکثریت یا اقلیت نہیں، بلکہ راوی کا کردار، ضبط اور اتصال سند وغیرہ ہے، چنانچہ معتزلہ اور بعض متاخر اُصولیوں کا اِن بنیادی شرعی معیارات سے قطع نظر روایت کو افراد کی کثرت وقلت (تواتر واحاد) کے معیارات پر پرکھنا سلف صالحین کے متفقہ تعامل سے انحراف ہے۔ موصوف نے بعض معاصر اہل علم کے برخلاف یہ رائے بھی پرزور پیش کی ہے کہ تواتر وآحاد کی تقسیم محدثین کرام کے فن ہی کا حصہ ہے اور امام خطیب بغدادی ﷫ کے بعد سے عصر حاضر تک تمام محدثین عظام نے بالاتفاق اس اصطلاح کو اپنی فن مصطلح کی کتب میں پیش کر کے قبول فرمایا ہے۔ اُن کی رائے میں محققین کے ہاں چونکہ تواتر اسنادی کا اصطلاحی تصور عملاً موجود نہیں، اس سے بعض لوگ اس مغالطہ کا شکار ہوئے ہیں کہ خبر متواتر کا تصور شائد فن حدیث میں اجنبی ہے، حالانکہ تواتر کا لفظ محدثین کرام کے ہاں عددی وسندی تواتر کے علاوہ دیگر معانی میں عام مستعمل ہے، یہی وجہ ہے کہ قراءات عشرہ تواتر اسنادی کے علاوہ دیگر اقسامِ تواتر پر پورا اترنے کی وجہ ہی سے 'متواترہ' کہلائی جاتی ہیں۔ [ادارہ]

سردست ہم 'تواتر' کا لغوی معنی واصطلاحی مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لغوی مفہوم

تواتر باب تفاعل سے مصدر ہے جس کا معنی ہے (کسی چیز کا) تسلسل، لگاتار، اور یکے بعد دیگرے آنا۔ اور یہ 'و، ت، ر' سے مشتق ہے۔

علامہ ابن منظور الافریقی ﷫ 'تواتر' کے لغوی مفہوم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"قال ثعلب:هی من التواتر أی التتابع وما زال علی وتیرة واحدة أی علی صفة واحدة ......قال أبو عبیدة، الوتیرة المداومة علی الشیء وهو مأخوذ من التواتر والتتابع"

[لسان العرب:٦/٢٧٣]

''ثعلب نے کہا ہے: یہ (چیز) تواتر سے ماخوذ ہے یعنی مسلسل، پے درپے، باری باری اور جو چیز ایک وتیرہ یعنی ایک

* فاضل کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفت پر ہمیشگی رکھے......ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ 'وتیرۃ' سے مراد، کسی چیز پر مداومت اختیار کرنا اور یہ تواتر متتابع سے اَخذ شدہ ہے۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ليس فيها تواتر أى ليس فيها توقف ولا فتور"[ایضاً]

''اس میں تواتر نہیں ہے یعنی اس میں کوئی وقفہ و بندش نہیں ہے۔''

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

"تواتر المطر:إذا تتابع نزوله"[ایضاً]

''بارش،تواتر سے برسی: جب اس کا نزول تسلسل کے ساتھ ہو۔''

'تترا' بھی 'وتر' سے مشتق ہے چنانچہ قرآن کریم میں مرقوم ہے:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا﴾ [المؤمنون:۴۴]

''پھر ہم نے پے درپے اپنے رسولوں کو بھیجا۔''

یعنی ایک رسول کے بعد دوسرا رسول بھیجا اور ان کے درمیان کوئی وقفہ نہیں تھا۔

اصطلاحی مفہوم

تواتر یا متواتر کے اصطلاحی مفہوم کے متعلق علمائے حدیث کے دو گروہ ہیں:

① عام اُصولی محدثین کے نزدیک چونکہ خبر دو اقسام (متواتر و واحد) میں منقسم ہوتی ہے لہٰذا اس گروہ کے نزدیک تواتر کا اِصطلاحی مفہوم اس طرح ہوگا۔

"هو ما رواه جمع تحيل العادة تواطئوهم على الكذب، عن مثلهم من أول السند إلى منتهاه على أن لا يختل هذا الجمع فى أى طبقة من طبقات السند"[أصول الحديث:ص۳۰۱]

''متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً وعادۃً محال ہو اور وہ جماعت جس دوسری جماعت سے روایت کرتی ہو وہ بھی اسی طرح کی ہو، اور یہ وصف سند کے آغاز سے، وسط اور آخر میں موجود رہے۔''

◉ علامہ طیبی رحمہ اللہ خبر متواتر کی تعریف اس طرح لکھتے ہیں:

"هو خبر بلغت روايته فى الكثرة مبلغا أحالت العادة تواطئوهم على الكذب"

''متواتر وہ خبر ہے جس کی روایت کثرت کے اعتبار سے اس درجہ کو پہنچے کہ عادۃً اس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''[الخلاصة:۳۲]

◉ مشہور اُصولی ملاجیون رحمہ اللہ تواتر کا اصطلاحی مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

"هو الخبر الذى رواه قوم لايحصى عددهم ولا يتوهم تواطئوهم على الكذب"

''ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے افراد روایت کریں کہ جن کا شمار ناممکن ہو اور جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''

[نور الأنوار بتحقيق الزاهدى:۳/۲۱۵]

تعین عدد میں اختلاف

جن لوگوں نے متواتر کے اِصطلاحی مفہوم میں عدد کو بنیاد بنایا ہے ان کے مابین عدد کے تعین میں اختلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔درست رائے کے مطابق عدد کو متعین کرنا غلط ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کے بارے میں صحیح رائے وہی ہے جو جمہور کی ہے اور وہ یہ ہے کہ متواتر کے مفہوم میں عدد کا تعین ٹھیک نہیں ہے بلکہ جب رواۃ کی خبر سے علم حاصل ہوگا تو اس وقت خبر متواتر ہوگی۔'' [فتاوی ابن تیمیة:۴۰/۴]

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''جہاں تک عدد کا تعلق ہے کہ جس سے تواتر حاصل ہو جائے تو بعض لوگوں نے اس کے لئے ایک مخصوص عدد مقرر کیا ہے پھر جنہوں نے مخصوص عدد مقرر کیا ہے ان میں بھی اس عدد کی تعیین میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک چار سے زائد، بعض کے نزدیک بارہ، بعض کے ہاں چالیس، بعض ستر، بعض تین سو اور بعض تین سو تیرہ کے عدد کو تواتر کے حصول کی بنیاد بناتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی کچھ اَقوال ہیں، لیکن یہ سب اَقوال باطل ہیں کیونکہ یہ دعوی میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں جبکہ صحیح قول یہ ہے کہ تواتر کا کوئی عدد مقرر نہیں ہے (یعنی یہ ایک آدمی سے بھی ہوسکتا ہے اور بعض اوقات ستر سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔'' [فتاوی ابن تیمیة:۴۷/۴]

◉ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ عدد کے تعین کے بارے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فلا معنی لتعیین العدد علی الصحیح" [نزهة النظر:ص۱۰]

''درست رائے کے مطابق عدد کا تعین بے معنی چیز ہے۔''

◉ علامہ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولا یعتبر فیه عدد معین فی الأصح" [قواعد الحدیث:۱۰۷/۱]

''صحیح ترین قول کے مطابق تواتر کے مفہوم میں عدد کے تعین کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

◉ مشہور اُصولی امام رازی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ

''حق بات یہی ہے کہ مذکورہ گروہ کے نزدیک جو عدد، علم کا فائدہ دیتا ہے وہ غیر معلوم ہے، کیونکہ جب بھی عدد کا تعین ہوگا تو اس وقت ان (رواۃ کی کثرت) سے جھوٹ کے صدور کا اِمکان عقلاً غیر بعید ہوگا۔''

◉ امیر صنعانی رحمہ اللہ صاحب سبل السلام کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے کہ تواتر میں عدد کو متعین نہیں کیا جائے گا فرماتے ہیں:

"ولا یشترط له عدد معین عند المحققین کما عرف فی الأصول"[توضیح الأفکار:۱۹/۱]

''محققین کے نزدیک تواتر کو عددِ معین سے مشروط نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اُصول میں معروف ہے۔''

◉ ڈاکٹر صبحی صالح مذکورہ موقف کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم نے متواتر کی تعریف میں "یحیل العقل والعادة تواطئوهم علی الکذب" کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ ان مخالف نظریات سے بچ سکیں جو رواۃ کی تعداد کی تعیین میں بغیر کسی دلیل کے پیش کئے جاتے ہیں ......لہٰذا تواتر حدیث کی تعریف میں راجح قول یہ ہے کہ جماعت کی تعداد مقرر کرنے کی بجائے یہ کہہ دیا جائے کہ عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال قرار دیتی ہے جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''صحیح قول کے مطابق تعداد مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' [علوم الحدیث:ص۴۷]

④ بعض محدثین اور علمائے اُصول نے تقسیم خبر میں خبر واحد اور خبر متواتر کی مروّج تعریفات سے قطع نظر، قطعیت وظنیت کے لحاظ سے تواتر کا مفہوم متعین کیا ہے، یعنی اس گروہ نے تواتر کے مفہوم میں 'عدد' کو بنیاد نہیں بنایا بلکہ ان کے نزدیک عدد کی بنیاد پر روایت کا ظاہری مطالعہ فضول چیز ہے۔ان کے نزدیک تواتر کا مفہوم یہ ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

◉ ”كل ما أفاد القطع فهو متواتر“[الفصول فی مصطلح حديث الرسول:ص١٣]
’’ہر وہ (خبر) جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔‘‘
◉ اس تعریف کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام الحرمین رحمہ اللہ اور امام ابن الاثیر رحمہ اللہ نے اپنا لیا ہے۔
اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ
”وهذا قول الجمهور“[ایضاً]
’’یہ جمہور کا نقطۂ نظر ہے۔‘‘
◉ مشہور اُصولی ملاجیون رحمہ اللہ اس نقطۂ نظر کے بارے میں رقمطراز ہیں:
”بل كل مايحصل به العلم الضروری، فهو من أمارة التواتر“
[نور الأنوار بتحقيق الزاهدی: ٢٢٠/٣]
’’بلکہ ہر وہ (خبر) جس کے ساتھ علمِ ضروری حاصل ہوتا ہے وہ متواتر کے حکم میں ہوتی ہے۔‘‘
الاستاذ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کہتے ہیں:
’’تواتر کے معنی و مفہوم کی تحقیق کے بارے میں مذکورہ بالا نقطۂ نظر جمہور اُصولیین کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔‘‘
اور اس کی وضاحت حسب ذیل کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

① كشف الأسرار از بخاری رحمہ اللہ [٦٥٨/٢]
② جامع الأسرار از کاکی رحمہ اللہ [٦٣٧/٣]
③ جمع الجوامع از سبکی رحمہ اللہ [٤٨٣/٢]
④ الإحكام از آمدی رحمہ اللہ [٢٧/٢]
⑤ التقرير والتحبير از ابن امیر الحاج رحمہ اللہ [٣١١/٢]
⑥ العدة از ابویعلی رحمہ اللہ [٨٥٥/٣]
⑦ البحر المحيط از زرکشی رحمہ اللہ [٢٣٢/٤]

[بحوالہ نور الأنوار بتحقيق الزاهدی: ٢٢٠/٣]

یہ متقدمین محدثین کا موقف ہے جبکہ ابھی کتب مدون نہیں ہوئی تھیں۔ اس دور میں جبکہ ابھی اصطلاح سازی کا تصور سامنے نہیں آیا تھا۔ اس وقت کے علماء دو ہی چیزوں سے واقف تھے کہ روایت دو قسم کے ذریعوں سے ثابت ہوتی ہے قطعی ذریعہ، ظنی ذریعہ، جب علوم تدوین پا گئے تو بعد از تدوین فن حدیث بھی اہل علم میں یہ رجحان پایا جاتا رہا کہ توار کی تعریف میں اصل چیز ’’قطعیت‘‘ ہے نا کہ کافی سارے رواۃ کی روایت متقدمین اہل علم کے اس تصور کی توضیح اور وضاحت پر فن حدیث کی قدیم وجدید کتب میں بہت کچھ چھپ چکا ہے۔ ابھی پیچھے جن دو کتب کا میں حوالہ دے چکا ہوں، اس ضمن میں ان میں انتہائی مفید بحثیں موجود ہیں ان لوگوں نے اپنی کتب میں اس موضوع بہت خوب بحث کی ہے کہ تواتر میں متاخر محدثین میں معتزلہ اور ان سے متاثر بعض فقہاء کی وجہ سے فلسفیانہ رنگ آ گیا ہے جس کے مصداق کا تعین کرنا انتہائی مشکل ہے اس طرح امام مصطلح الحدیث حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ اور تمام شارحین نے بھی متواتر حدیث کی عام تعریف جس کا تعلق تواتر اسنادی سے ہے پر خوب ہی کلام فرمائی ہے کہ مروجہ تعریف تواتر میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کے بجائے بعض متاخرین اصولیوں نے رنگ آمیزی کی ہے کیونکہ جو تعریف عام طور پر تواتر الاسناد ذکر کی جاتی ہے اس کا مصداق تلاش کرنا امر واقعہ صرف ایک حدیث "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" [صحيح بخاري:۱۰۷] شائد بن سکے۔ مقدمہ ابن الصلاح کے شارحین نقلاً حافظ عراقی رحمہ اللہ وغیرہ نے وضاحت کی کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اور عام محدثین امام حاکم، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ، امام سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ جس تواتر کو مانتے ہیں وہ اسنادی یا بالفاظ دیگر عددی تواتر نہیں، بلکہ تواتر الاشتراک ہے ایسا تواتر مختلف 'اخبار آحاد' کے مجموعہ میں الفاظ یا معانی کے اعتبار سے موجود قدر مشترک سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ تواتر الاسناد تو اوّلاً محدثین کی کوئی مسلمہ اصطلاح ہی نہیں اور جس اصطلاح کو میں اصل چیز عددی یا اسنادی تواتر نہیں بلکہ تواتر الاشتراک ہے جو روایت وخبر کے پہلو سے درحقیقت خبر واحد اور نتیجہ کے اعتبار سے ایسی روایت ہوتی ہے جس میں موجود شے علم قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔

خبر واحد محتف بالقرائن

مشہور مقولہ ہے "تعرف الأشياء بأضدادها" لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تواتر کے مفہوم کے ضمن میں خبر واحد کی لغوی واصطلاحی مفہوم کے ساتھ ساتھ خبر واحد محتف بالقرائن کے حکم کو بھی نقل کر دیا جائے۔

خبر واحد

لغوی مفہوم: خبر واحد کے لغوی معنی یہ ہیں کہ وہ خبر جسے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو۔ واحد کی جمع آحاد ہے جیسے حجر کی جمع احجار آتی ہے۔

اِصطلاحی مفہوم: عام محدثین اور علمائے اُصول کی اِصطلاح میں خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی تمام شروط وصفات نہ پائی جائیں خواہ اس کو روایت کرنے والا تنہا ایک شخص ہو یا ایک سے زیادہ ہوں۔

[الكفاية للخطيب:۳۱/۱]

محدثین کے نزدیک متواتر کے علاوہ باقی تمام اخبار پر اخبار آحاد کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔

[تحفة أهل الفكر:ص۹]

چنانچہ جناب ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ صاحب فرماتے ہیں:

"وكلها سوى المتواتر آحاد"......''متواتر کے علاوہ باقی تمام اَحادیث آحاد ہیں۔''

[قواعد في علوم الحديث للتهانوي:ص۳۳]

خبر واحد کی یہ تعریف اس گروہ کے نزدیک قابل اعتبار ہے جس نے تواتر کی تعریف عدد کثیر کے اعتبار سے کی ہے جب کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ خبر واحد جو صحیح الثبوت ہو اس کی مزید دو قسمیں ہیں:

① خبر واحد محتف بالقرائن ② خبر واحد غیر محتف بالقرائن

وہ خبر واحد ہے جو علم نظری وظنی کا فائدہ دیتی ہے یعنی ایسا علم جس میں تحقیق ونظر کی ضرورت ہوتی ہے اور تحقیق کے بعد اس میں بھی سچ وجھوٹ میں سے ایک پہلو قطع ہو جاتا ہے۔

ایسی خبر جو محتف بالقرائن ہو جمہور محدثین اور جمہور علماء اُصول کے نزدیک علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور حافظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بارے میں النکت علی ابن الصلاح وغیرہ میں وضاحتاً لکھا ہے کہ اہل الحدیث کے ہاں ایسی خبر متواتر حدیث کی طرح علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے یا بالفاظ دیگر ایسی خبر سے جو علم حاصل ہوتا ہے اسے متاخرین کی اصطلاحات میں اگرچہ تواتر تو قرار نہیں دیا جاتا، کیونکہ تواتر اسنادی کے لئے کم ازکم چار افراد کا ہر طبقے میں پایا جانا ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قسم تواتر کی طرح ہے، کیونکہ قرائن سے اسے ایسی قوت بخش دیتے ہیں کہ یہ قطعیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اہل الحدیث کے ہاں یہ قرائن کافی قسم کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل کتب مصطلح میں موجود ہے ان میں سے ایک قرینہ جیسے تقریباً تمام فقہی مکاتب فکر کے ہاں مقبولیت حاصل ہے یہ ہے کہ ایسی صحیح روایت جس کی صحت پر جمیع اہل فن کا اتفاق ہو جائے، جسے اصطلاحات میں تلقی بالقبول کہتے ہیں تو یہ اتفاق اسے قطعیت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے صحیحین کو دیگر کئی قرائن کے ساتھ صرف اسی ایک قرینہ نے امت کے ہاں قطعیت کے مقام کر دیا ہے عام طور پر علماء احناف خبر واحد کی بنا پر واجب اور فرض میں، حرام اور مکروہ تحریمی میں اور تخصیص عام اور تقیید اطلاق وغیرہ کی مباحث میں جمہور سے مختلف ہیں اور اس کی وجہ وہ یہی قرار دیتے ہیں کہ خبر واحد ظنی ہوتی جبکہ خبر متواتر علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے جب کہ ذیل کی سطور میں چند وضاحتیں کی جا رہی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی تین اقسام ہیں:

① وہ خبر جس کی تخریج شیخین نے بالاتفاق کی ہو اور وہ حد تواتر کو نہ پہنچی ہو۔

② وہ خبر جو مشہور ہو اور اس کے کئی طرق ہوں اور سب طرق ضعف وعلل سے محفوظ ہوں۔

③ وہ خبر جسے ائمہ، حفاظ اور متقنین نے بیان کیا ہو اور وہ غریب نہ ہو اور دوسری جگہ فرماتے ہیں، ایسی خبر جسے ائمہ حدیث نے بیان کیا ہو اور اُمت کی طرف سے اسے تلقی بالقبول حاصل ہوا ہو۔ تلقی بالقبول کے بارے میں کہتے ہیں کہ بلاشک کسی خبر کے صحیح ہونے پر اجماع اُمت، قرائن مختفہ اور مجرد کثرتِ طرق سے حاصل ہونے والے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔[نزهة النظر :۵۱، النکت: ۳۷۸/۱]

◉ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ایسی خبر واحد جس کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور یہی جمہور احناف مالکیہ، شوافع اور اصحاب احمد کا قول ہے۔ اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ استاذ اسفرائینی رحمہ اللہ اور ابن فورک رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔

[فتاوی ابن تیمیة: ۴۱/۱۸]

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا جات کے مدلول میں چار یا اس سے زائد رواۃ کی کثرت بھی شامل ہے جسے عموماً تواتر الإسناد کہتے ہیں اور چار سے کم رواۃ میں پائے جانے والی صفات کی قوت بھی شامل ہے جسے اصطلاح محدثین میں خبر واحد مختف بالقرائن کہتے ہیں ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جھوٹ کا احتمال تین یا اس سے کم رواۃ میں ختم ہو جاتا ہے تو محدثین کے بالاتفاق ایسی شے بھی علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے اس مثال میں ہم صحیح بخاری کے سلسلۃ الذہب کو پیش کر سکتے ہیں سلسلۃ الذہب سے مراد سونے کی وہ سند ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ اپنے استاد احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اور وہ نقل کریں امام شافعی رحمہ اللہ سے اور وہ نقل کریں اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ سے اور وہ روایت کریں نافع رحمہ اللہ، یا سالم رحمہ اللہ سے اور وہ روایت کریں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ اس سند میں موجود تمام افراد کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب حاصل ہے اور ہر ہر آدمی اپنی ثقاہت میں متعدد ثقہ راویوں کے برابر قوت رکھتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''متواتر کی اصطلاح سے اصل مقصود علم یقینی کا حصول ہے جبکہ بعض لوگ متواتر اس کو کہتے ہیں جس کو ایک بہت بڑی تعداد نے نقل کیا ہو اور علم یقینی صرف ان کی کثرت تعداد کی بنیاد پر حاصل ہو رہا ہو۔ان کا یہ کہنا کہ ایک مخصوص تعداد جب ایک واقعہ میں علم یقین کا فائدہ دیتی ہے تو وہ تعداد ہر واقعہ میں علم یقین کا فائدہ دے گی اور یہ قول ضعیف ہے۔صحیح قول جمہور علماء کا ہے جس کے مطابق بعض اوقات علم یقینی مخبرین کی تعداد سے حاصل ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات مخبرین کی (اعلیٰ) دینی صفات اور ضبط سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح بعض اوقات خبر کے ساتھ کچھ ایسے قرائن ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ جن کی موجودگی میں علم یقینی حاصل ہو رہا ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات ایک گروہ کو ایک خبر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو نہیں ہوتا ہے۔'' [فتاوی ابن تیمیة:۴/۴۷]

◉ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ان لوگوں کے رد میں جو خبر واحد محتف بالقرائن کو مفید علم یقینی نہیں سمجھتے، فرماتے ہیں:

''ایسی خبر جس کی اُمت نے تصدیق کی ہو اور اپنے ردعمل کے ذریعے سے اسے قبولیت سے نوازا ہو تو وہ خبر جمہور علماء سلف وخلف کے نزدیک مفید علم یقینی ہوتی ہے یہ وہ موقف ہے جسے اُصول فقہ کے جمہور مصنفین نے ذکر کیا ہے۔جیسے احناف میں سے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے، مالکیہ میں قاضی ابویعلی رحمہ اللہ اور ابوالخطاب رحمہ اللہ نے، اشاعرہ میں سے اکثر اہل کلام کی بھی یہی رائے ہے، جیسے ابواسحاق اسفرائینی، ابوبکر بن فورک، ابومنصور تمیمی ابن سمعانی، ابوہاشم جبائی اور ابوعبداللہ بصری رحمہم اللہ وغیرہ۔

فرماتے ہیں کہ یہ تمام محدثین کا مذہب ہے اور ابن الصلاح رحمہ اللہ نے المدخل إلی علوم الحدیث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے انہوں نے یہ استنباطاً ذکر کیا ہے کہ جس میں مذکورہ ائمہ ان سے موافقت رکھتے ہیں اور اس میں ان لوگوں نے مخالفت اختیار کی ہے جن کا خیال یہ ہے کہ جمہور، ابن الصلاح رحمہ اللہ کی رائے کے خلاف ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ)ان لوگوں نے مخالفین جیسے ابوبکر باقلانی غزالی رحمہ اللہ، ابن عقیل رحمہ اللہ وغیرہ کی تصانیف کے علاوہ دوسری کتب سے واقفیت حاصل نہیں کی، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خبر واحد مطلقاً مفید علم نہیں ہے اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مجرد خبر واحد مفید علم نہیں ہے۔(بلکہ وہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہوگی وہ علم یقینی کا فائدہ دے گی)'' [النکت:۱/۳۷۴،۳۷۷]

◉ مشہور اُصولی ملا جیون رحمہ اللہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔[نور الأنوار:۳/۲۲۰]

◉ علامہ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ نے اس بارے میں تین مذاہب بیان کیے ہیں:

① خبر واحد مطلق طور پر قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اگرچہ اس کو شیخین نے تخریج نہ بھی کیا ہو۔یہ ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر ہے۔

② صحیحین میں یا دونوں میں سے کسی ایک میں تخریج کی گئی ہو تو خبر واحد قطعیت کا فائدہ دیتی ہے یہ ابن الصلاح رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر ہے۔

③ ایسی خبر واحد جو صحیحین میں ہو، یا مشہور ہو جس کے کئی طرق ہوں اور وہ سبب علل سے پاک ہو یا وہ خبر جو مسلسل بالائمہ ہو، قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔یہ نقطۂ نظر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا ہے۔

[قواعد التحدیث:۸۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اور تیسرے مذہب کے مطابق ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ علم قطعی و یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ متاخر حنفی محدث انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ بھی اس نقطۂ نظر کے حامل ہیں کہ خبر واحد محتف بالقرائن علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

”حاصله أنه يفيد القطع إذا احتف بالقرائن كخبر الصحيحين على الصحيح“

[فیض الباري:۴/۵۰۶]

''ماحاصل یہ ہے کہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہے وہ علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ صحیح قول کے مطابق صحیحین کی خبر ہوتی ہے۔''

مذکورہ بالا تصریح سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ چند سطحی نظر فقہاء کے بالمقابل جلیل القدر فقہاء ومحدثین نے خبر واحد محتف بالقرائن کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو استدلال میں وہ مقام دیا ہے جو متواتر کو دیا جاتا ہے یعنی اس کو تواتر کی قبیل سے شمار کیا ہے۔

تواتر کے مفہوم میں صحیح مؤقف

یہ بات ذہن نشین رہے کہ تواتر کے مفہوم کو سمجھنے سے پہلے تدوین واِصطلاح کا معنی ومفہوم سمجھنا ازحد ضروری ہے، کیونکہ اس کا مفہوم تواتر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

تدوین کے معنی درج کرنے ،قلمبند کرنے اور ترتیب دینے کے ہیں یعنی بکھری ہوئی چیزوں کو ایک دیوان میں جمع کردینے کا نام تدوین ہے۔دیوان فارسی لفظ سے معرب بنایا گیا ہے جس کا معنی کاپی اور دفتر کے ہیں۔مختلف صحف کو ایک کتاب میں جمع کرنا بھی تدوین سے ہے۔اسی طرح تدوین،تصنیف وتالیف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''اب تک دستور یہی رہا ہے کہ کوئی چیز پہلے وجود میں آتی ہے بعد میں مدوّن ہوتی ہے۔تدوین اس کے وجود کو بتلاتی ہے ،خود اس کو وجود نہیں بخشتی ۔جیسے علم نحو اور منطق میں ہوا ہے۔عرب اپنے کلام میں فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتے تھے اور نحو کی اسی قسم کے دوسرے قاعدے علم نحو کی باقاعدہ تدوین سے پہلے جاری وساری تھے اسی طرح منطق کی تدوین اور اس کے قاعدوں کی باقاعدہ ترتیب سے پہلے بھی عقلاء آپس میں مباحثے کرتے تھے اور بدیہیات سے استدلال کرتے تھے۔'' [الوجيز في أصول الفقه:۱/۳۷]

لفظ اصطلاح کا مادہ 'صلح' ہے یعنی اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ اہل علم یا اہل فن کی اس بات پر صلح ہوگئی ہے کہ آئندہ جب وہ یہ لفظ استعمال کریں گے تو اس لفظ سے ان کی مراد کوئی مخصوص تصور ہوگا۔مثلاً علماء نے اس بات پر اتفاق کرلیا ہے کہ جب وہ 'کتاب اللہ' بولیں گے تو اس سے مراد ان کے نزدیک قرآن مجید ہوگا۔ اِصطلاح کو علامتی نام یعنی codifieation بھی کہا جاتا ہے یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ تدوین مٹتے یا ناپید ہوتے ہوئے تصورات کو محفوظ کرنے اور دوبارہ اُجاگر کرنے کی غرض سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرونِ اُولیٰ میں تدوین کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔جتنی بعد کے زمانوں میں پیش آئی۔

جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ اصطلاحات پہلے سے موجود تصورات کو علامتی نام دے کر (بذریعہ کتابت) محفوظ کرنے کا نام ہے۔چنانچہ اہل فن نے اس تصور اور منہج کو جو کہ قرونِ اولیٰ اور سلف اول میں تحقیق خبر کے حوالے سے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اتفاقی تعامل کی صورت میں موجود تھا، الفاظ کا جامہ پہنا کر اِصطلاحات کی زبان میں بیان کردیا۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کتاب وسنت اور ان کے فہم کے حوالے سے سلف صالحین کی متفقہ تعامل کی روشنی میں جو شے أَلم نشرح ہے وہ یہ ہے کہ تحقیق روایت کا اصلی منہج صرف یہی ہے کہ کسی بھی روایت کی صحت وضعف کے مابین امتیاز کرنے کے کچھ ضابطے بروئے کار لاکر قبولیت یا رد کا فیصلہ کرلیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فن حدیث کا اصل موضوع ،خبر مقبول اور مردود کی بحث ہے جو کہ عموماً خبر واحد کے ضمن میں زیر بحث آتی ہے۔ رہی خبر متواتر تو یہ فن حدیث کا مستقل موضوع نہیں ہے۔

الغرض تحقیق روایت کا وہ منہج جو کتاب وسنت اور اسلاف کے مسلمہ تعامل کی روشنی میں سامنے آیا ہے اس کے بنیادی تصورات، راوی کا کردار (اصطلاحاً عدالت)، روایت کو محفوظ طریقے سے نقل کرنے کی صلاحیت (اصطلاحاً ضبط واتقان) اور اتصال سند وغیر ہا ہیں۔ کسی روایت کا قطعی ہونا یا کثرتِ رواۃ سے مروی ہونا ہر دو بحث ،فن حدیث میں تحقیق کا اصل معیار نہیں تاہم عمل تحقیق میں اضافی معاون کی حیثیت ضرور رکھتی ہیں۔ مثلاً کسی روایت کے کم از کم ثابت ہونے کے لئے اس کا قبولیت حدیث کے معیار پر اترنا ضروری ہے جس میں روایت کا متواتر ہونا یا قطعی الثبوت ہونا کسی طور پر لازم شرط کے طور پر داخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس پس منظر میں تو کسی روایت کے قبولیت ورد کا اصل معیار تواتر احادیث یا قطعیت وظنیت کو بنانا نہ کتاب وسنت کی رو سے صحیح ہے اور نہ ہی سلف صالحین کے تعامل ومسلمہ آراء کے مطابق ہے، جنہیں بعد ازاں فن حدیث کی صورت میں مدوّن کر دیا گیا ہے۔ فن حدیث کی رو سے قبولیت ورد کی اصل بحث تقسیم الخبر إلی المتواتر والآحاد کو بنانا ایک غلط رویہ ہے جس کے نہ سلف اول قائل تھے اور نہ ہی ائمہ تدوین۔ البتہ قطعیت کے ثبوت کے قرائن بشمول تواتر اِصطلاحی (تواتر عددی) کے مقبول روایت میں اِضافی طور پر قوت پیدا ضرور کرتی ہیں۔

اس پہلو سے غور کیا جائے تو تواتر کی تعریف میں عدد کی تعیین وعدم تعیین کا موقف ہو یا قطعی الثبوت کو متواتر کہنے کا موقف، ہر ایک میں ظاہری اختلاف سے قطع نظر اس بات پر تمام اہل فن متفق ہیں کہ مثلاً ایک غریب صحیح روایت پر رواۃ کی عددی کثرت کی کوئی نسبت بھی ہو (چاہے عزیز یا مشہور ہی کیوں نہ ہو) بہر حال اضافی طور پر ثبوت کی قوت میں ضرور اِضافہ کرتی ہیں۔

اب رہا مسئلہ تواتر کے حوالے سے اہل فن کے اس اختلاف کا کہ تواتر سے مراد کیا ہے تو اس مسئلے میں ہم یہ ذکر کرنا چاہیں گے کہ تدوین اور علوم کی ضابطہ بندی و اِصطلاحات سازی یا بالفاظ دیگر علوم کی فنی اَسالیب میں منتقل کرنے کی نوعیّتوں سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اِصطلاحات میں بسا اَوقات اہل فن کے ہاں متعدد اَسالیب ایک ہی تصور کو بیان کرنے کے لئے اختیار کر لئے جاتے ہیں جیسا کہ مشہور مقولہ ہے ''لا مناقشة فی الإصلاح'' چنانچہ عام اہل فن کا تواتر اسنادی کی فنی تعریف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر اتفاق ہے کہ وہی قطعیت جو تواتر سے حاصل ہوتی ہے قرائن سے مقرون خبر واحد سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ عام کتب فن میں ثبوت روایت میں علم قطعی کے حصول کے دو ضابطے موجود ہیں:

① متواتر ② خبر واحد محتف بالقرائن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے بالمقابل وہ اہل علم جوعلم قطعی والی روایت ہی کومتواتر کہہ کر بیان کرتے ہیں ان کا اپنا ایک خاص اُسلوب ہے کہ ان کے ہاں "الخبر الواحد المحتف بالقرائن" بھی متواتر ہی کہلائی جائے گی،لیکن مذکورہ دونوں اَقوال باہم متضادنہیں بلکہ ان میں صرف اِصطلاح کا فرق پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام وہ اہل علم جومتواتر اس روایت کو کہتے ہیں کہ جوعلم قطعی کا فائدہ دے وہ بھی متواتر کی پہلی تعریف (یعنی عددکثیر کے لحاظ سے) کا انکارنہیں کرتے۔جبکہ عام اہل فن دوسری تعریف (یعنی علم قطعی کے لحاظ سے) کا باقاعدہ اقرار تونہیں کرتے،لیکن اسے حقیقت تواتر میں بھرپورطور پر شامل کرتے ہیں۔

رہا تواتر کی تعریف میں کسی عدد کاتعین کرنا تو یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس قسم کےلوگوں کی تعریف میں متواتر روایت اس حیثیت سے زیر بحث ہوتی ہے کہ مقبول روایت میں قوت کا اِضافہ کرتی ہے ورنہ عدد کی تعیین سے تواتر کی تعریف کرنا تواتر کی حقیقت سے عدم آشنائی ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔تواتر کی حقیقت یہ ہے کہ ثبوت روایت میں امکان خطا مستحیل قرار پائے۔ برابر ہے کہ عددی کثرت سے ہو(جیسے عددی تواتر کہتے ہیں)یا مقبول صحیح روایت مقرون بالقرائن سے ہو(جیسے قطعی تواتر کہتے ہیں)

عام تعریف تواتر میں فنی تعریف کی تو شاید جامعیت پائی جائے،لیکن تصورتواتر یا حقیقت تواتر کی جامعیت بہرحال نہیں کیوں کہ تصورتواتر اس تعریف سے خارج میں بھی موجود ہے لہٰذا اس لحاظ سے تواتر کی تعریف ثانی یعنی "ما أفاد القطع فھو متواتر" حقیقت تواتر اورتصورتواتر کی بہترین عکاسی ہے جبکہ پہلی تعریف میں تدوین کے عمومی اَسالیب اور دیگر تصورات کی طرح تواتر کی بھی ایک فنی تعریف مقرر کرنے کی کوشش کی گئی ہے،لیکن اس فنی تعریف کا قطعی لازمہ یہ نہیں کہ حقیقت تواتر صرف صیغۂ تواتر کی حد تک محدود ہے بلکہ اصل شے تعریف متواتر میں بھی قطعیت ہے چنانچہ اسے ہرحال میں مدنظر رکھنا چاہیے۔

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ محدثین میں تصورتواتر تو موجود تھا مگر انہوں نے عددی تواتر کے ساتھ اس تصور کو معلق نہیں کیا جیسا کہ عام اہل فن اور بعض اہل اُصول نے کیا ہے وہ اس لیے کہ ذخیرۂ اَحادیث میں مکمل تلاش وبسیار کے بعد ایک ہی ایسی مثال ملتی ہے جو عددی تواتر پر پوری اترتی ہے۔اور وہ حدیث «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» ہے لہٰذا تواتر کو عددی تواتر کے خاص نام جو کہ خاص مفہوم پر دلالت کرتا ہے سے متعلق کرنا بہرصورت ٹھیک نہیں ہے،کیونکہ متقدم محدثین میں تصورتواتر اور حقیقت تواتر تو ضرور موجود تھا مگر وہ اس خاص نام اور خاص مفہوم میں موجود نہیں تھا جس کو عام اہل فن اور بعض اہل اُصول نے بیان کیا ہے۔

[التقیید والإیضاح: ص۲۲۵،۲۲۶]

ثبوتِ قرآن کا ضابطہ

ثبوتِ قرآن کی وضاحت سے پہلے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ علماء اُصول ثبوتِ قرآن کے لیے متواتر کی شرط لگاتے ہیں جبکہ متاخرین علماء وائمہ فن قراءۃ نے ثبوت قرآن کے لیے صرف صحت سند اور قبولیت عامہ کی شرط عائد کی ہے۔اگر متواتر سے مراد علماء اصول کے نزدیک اسنادی تواتر ہے تو پھر قرآن کا ثبوت ایسے تواتر سے ممکن نہیں۔ اگر اس تواتر سے مراد حصولِ علم قطعی ویقینی ہے تو پھر اس اعتبار سے قرآن بعض اوقات خبر واحد المحتف بالقرائن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ استدلال میں تواتر سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے اور تواتر کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں ذکر کردہ دوسرے گروہ نے اسی خبر واحد کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

پس منظر

امام القراء ابوالخیر ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس پس منظر کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''جب ضبط کا اہتمام کم ہو گیا، دورِ رسالت کافی پیچھے رہ گیا اور قریب تھا کہ حق باطل کے ساتھ ملتبس ہو جاتا تو اس وقت اُمت کے مایہ ناز علماء اور علم وفن میں یکتائے روزگار ائمہ اٹھے۔ انہوں نے حق کو واضح کیا، حروف اور قراءات مشہورہ اور شاذہ کے درمیان امتیاز کے لئے واضح اُصول اور اَرکان قائم کر کے ان کو ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا۔'' [النشر فی القراءات العشر: ۱/۹]

ضابطہ

امام سیوطی رحمہ اللہ کے بقول جس شخص نے اس سلسلہ میں سب سے خوبصورت اور عمدہ تحقیق پیش کی ہے وہ امام القراء علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءات جو لغت عربی کی وجہ کے ساتھ موافق ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو (اور وہ موافقت خواہ حقیقی ہو یا تقدیری) نیز اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیح ہے (وہ بذریعہ تواتر منقول ہو تو یہ قراءۃ متواتر اور قطعی ہے) اس کا انکار جائز نہیں، بلکہ یہ حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔ لوگوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے...... اور جب کسی قراءۃ میں مذکورہ تین اَرکان میں سے کوئی ایک رکن بھی مفقود ہو گا تو اس قراءۃ پر ضعیفہ، شاذہ یا باطلہ کا اطلاق ہو گا۔ یہی مذہب سلف وخلف ائمہ تحقیق کے نزدیک صحیح ہے۔ اسی کی وضاحت امام دانی رحمہ اللہ، مکی بن ابی طالب قیسی رحمہ اللہ، ابن عمار مہدوی رحمہ اللہ اور ابوشامہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور یہی سلف صالحین کا مذہب ہے ان میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف مروی نہیں ہے۔'' [منجد المقرئین: ص ۱۵، النشر: ۱/۹]

یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو ائمہ قراء نے صحیح اور شاذ قراءات میں امتیاز کرنے کے لئے قائم کی ہے کہ جس قراءۃ میں مذکورہ تین اَرکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہو گا، اسے قراءت شاذہ قرار دیا جائے گا۔ اس ضابطے کے اَرکان حسب ذیل ہیں:

① مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت

② عربی وجہ کے ساتھ موافقت

③ صحت سند

اب مذکورہ اَرکان ثلاثہ کی انتہائی مختصر تشریح ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

رکن اوّل

مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت ہو یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف نقل کر کے مختلف علاقوں میں قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں بھیجے تھے، کسی قراءت کے صحیح ہونے کے لئے یہ معیار ہے کہ وہ ان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی ایک کے رسم کے مطابق ہو اور یہ مطابقت حقیقی طور پر بھی ہوسکتی ہے اور احتمالی وتقدیری طور پر بھی ہوسکتی ہے۔

موافقت حقیقی کی مثال سورۃ توبہ میں ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءۃ ﴿جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾ 'من' کے اضافہ کے ساتھ ہے اور یہ اس مصحف میں ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

موافقت تقدیری کی مثال سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ کے لفظ 'ملك' میں دو قراء تیں ہیں الف کے ساتھ یعنی 'مالك' اور الف کے بغیر یعنی 'مَلِكِ'، لیکن یہ لفظ تمام مصاحف عثمانیہ میں الف کے بغیر 'ملك' لکھا ہوا ہے اب اس میں 'مَلِكِ' کی قراءت تو رسم عثمانی کے ساتھ واضح اور حقیقی طور پر موافق ہے جبکہ 'مٰلِكِ' کی قراءۃ تقدیری طور پر موافق ہے۔

رکن ثانی

عربی وجہ کے ساتھ موافقت ہو، مطلب یہ ہے کہ قراءۃ ان قواعد عربیہ کے موافق ہو جو فصیح عربی کلام سے مشتق ہو اور ان ماہرین علم نحو کی آراء سے مطابقت رکھتی ہو جو اپنے فن میں درجہ امامت پر فائز ہیں۔ مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ نے مطلقاً موافقتِ عربی کو اس سلسلہ میں معیار قرار دیا ہے جبکہ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ نے 'ولو بوجه' کی قید لگائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی لفظ یا جملے میں نحوی قواعد کے اعتبار سے متعدد وجوہ ہوں تو قراءت ان میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہونی چاہیے خواہ وہ وجہ درجہ فصاحت میں کم ہو یا اعلیٰ یا وہ قواعد نحاۃ کے نزدیک متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ۔ مثلاً امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامِ﴾ میں 'الأرحام' جری حالت میں ہے اور یہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق 'به' کی ضمیر مجرور پر عطف ہے یا بصریوں کے مذہب کے مطابق حرف جار کو دوبارہ لوٹایا گیا ہے، لیکن معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے یا 'أرحام' کی تعظیم اور صلہ رحمی کی ترغیب دینے کے لئے قسم کی بنا پر زیر دی گئی ہے۔ تو یہاں امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ میں دونوں وجہیں لغت کے اعتبار سے درست ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ کسی قراءت کا تواتر (قطعیت) کی موجودگی میں عربی لغت کا کوئی قاعدہ اور قانون کسی قراءت کو رد نہیں کرسکتا۔ چنانچہ امام ابوعمرو بصری دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ائمہ قراء حروفِ قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل ہے یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حرف نقل وروایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو، کیونکہ قراءۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر (قطعیت) کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔''

[جامع البیان فی القراءات السبع: ص ۱۷۷/ب، بحوالہ قراءات شاذہ: ۱۰۶]

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے اس حقیقت کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے کہ

''تواتر (قطعیت) ہی درحقیقت قراءۃ کی بہت بڑی بنیاد اور ایک عظیم رکن ہے۔ لغت عربی کے ساتھ موافقت کے سلسلے میں محققین آئمہ کے نزدیک یہی مذہب مختار ہے۔ متعدد قراءات ایسی ہیں جن کا بعض یا اکثر نحویوں نے انکار کیا ہے، لیکن ان کے اس انکار کا اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ آئمہ سلف نے بالاتفاق ان قراءات کو قبول کیا ہے۔'' [النشر: ۱/۱۰]

اس سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ وجہ عربی کے ساتھ مطابقت کی شرط صحت سند یا تواتر (قطعیت) کی طرح ایسا رکن نہیں ہے کہ اس کو معیار قرار دیا جائے بلکہ یہ شرط تو مزید حزم واحتیاط کے لئے لگائی گئی ہے تاکہ قراءاتِ شاذہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات متواترہ کے ساتھ آمیزش کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے۔البتہ اس لحاظ سے اسے ایک ضابطہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ جو قراءت تواتر قطعیت) سے ثابت ہو وہ لازماً کسی نہ کسی عربی وجہ کے بھی مطابق ہوگی۔

رکن ثالث

کسی قراءت کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ اس کی سند نہ صرف صحیح، متصل ہو بلکہ وہ تواتر (یعنی قطعی الثبوت خبر اور خبر واحد محتف بالقرائن) سے ثابت ہواور ساتھ اس کو ائمہ فن کے نزدیک قبولیت عامہ بھی حاصل ہو یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن خبر واحد محتف بالقرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ قوت استدلال میں خبر متواتر کے مترادف ہی ہوتی ہے ،اور علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہے ،اس لحاظ سے قرآن کے ثبوت اور صحیحین کے ثبوت میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ دونوں علم قطعی والی خبر سے حاصل ہوتے ہیں۔چنانچہ ائمہ فن ثبوت قراءت کے لئے جب بھی تواتر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد یہی ہے کہ وہ قطعی الثبوت خبر سے یا خبر واحد محتف بالقرائن سے منقول ہو، کیونکہ اگر اس تواتر سے تواتر عددی مراد لیا جائے تو پھر پورے قرآن کو ثابت کرنا اور بعید از امکان ہو جائے گا۔

اسی وجہ سے علامہ ابن جزری رحمہ اللہ نے بھی منجد المقرئین میں تواتر کی اصل تعداد رواۃ کی بجائے حصولِ علم کو قرار دیا ہے۔پس علماء قرآن کو متواتر کہتے ہیں تو ان کی تواتر سے مراد تعداد رواۃ نہیں ہوتی بلکہ علم یقینی کا حصول ہوتا ہے۔امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف احرف سبعہ کے ساتھ تواتر سے منقول ہے۔‘‘[أصول السرخسی:۲۷۹]

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دوگتوں کے درمیان معروف اُحرف سبعہ کے ساتھ ہم تک متواتر منقول ہے۔‘‘ [المستصفی:۱/۸۱]

ان دونوں جلیل المرتبت فقہاء نے قرآن کی تعریف میں قراءات متواترہ کو بھی شامل کیا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قراءات متواترہ کا تواتر ،تعداد رواۃ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ایسی سند کی بنیاد پر ہے جو یقینی وقطعی طور پر ثابت ہے۔

اسی طرح تواتر کی طرف امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ،امام الحرمین رحمہ اللہ ،اور امام ابن الاثیر رحمہ اللہ وغیرہ اہل علم نے ”ما أفاد القطع“ کے ساتھ اِشارہ کیا ہے۔

ثبوت قراءات کے سلسلہ میں ایک تواتر وہ ہے جو کہ عام طور پر نہیں پایا جاتا اس لیے عام اہل الحدیث اس سے واقف بھی نہیں۔اسے اہل قراءات کی اصطلاحات میں تواتر طبقہ کا نام دیا جاتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کریم متعبد بالتلاوۃ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ خواص میں پڑھا پڑھایا جاتا رہا ، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن پڑھایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص کا تعلق قرآن سے تعلق رہا ، یہی حال تابعین وتبع تابعین میں رہا حتی کہ آج تک امت میں سے ہر آدمی قرآن کو پڑھتا ہے جبکہ حدیث کا معاملہ اس سے مختلف ہے عام لوگوں کا علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے صرف اتنا تعلق رہا کہ اہل علم سے مسائل پوچھتے رہے اور حدیث کے باقی علم کو اہل الحدیث کے سپرد کر کے اپنے دنیاوی امور میں مشغال ہو رہے۔ اس اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو قرآن کریم صحابہ، تابعین وتبع تابعین سے لے کر آج تک ہر دور میں پڑھا جارہا ہے اور مختلف ممالک میں ہمیشہ سے مختلف قراءات رائج رہی ہیں چنانچہ وہ لوگ جو مدارس میں قراءاتِ قرآنیہ کے محافظین ہیں اگر وہ ہر دور میں ہزاروں میں رہے ہیں تو معاشرہ میں انہی قراء ات کو پڑھنے والے عوم الناس ہر زمانہ میں لاکھوں، کروڑوں رہے ہیں۔ اب مثلاً مدارس میں روایت حفص سینکڑوں لوگ اسانید سے اخذ کر کے آگے نقل کر رہے ہیں جبکہ صرف پاکستانی معاشرہ میں سولہ کروڑ عوام بھی اسی روایت پر اختلاف اتفاقی تعامل سے عمل پیدا ہے یہ مدارس میں پڑھائی جانے والی روایت حفص کا انتہائی قرینہ کہ اس بنیاد پر خبر واحد کو وہی تقویت مل جاتی ہے جو تلقی بالقبول کے ذریعے سے قراءات کو ملی ہے آج اگر امت میں ساری قراء تیں متداول نہیں ہیں تو بھی اسی قسم کا تواتر بڑا فائدہ دہے کیونکہ قراء عشر تک تو اہل فن کے ہاں بھی تواتر اسنادی موجود ہے معاملہ اس کے بعد کا ہے اور قراء عشر کے دور میں تمام سبعہ احرف عوام وخواص میں متداول تھے چنانچہ آئمہ عشر تا رسول اللہ ﷺ تواتر طبقہ موجود ہے۔

غرض یہ کہ قراءات کی صحت کے لئے اس کی سند کا اتصال اور نقل ہونا تمام ائمہ، قراء اور فقہاء کے نزدیک ایک مسلمہ رکن اور بنیادی عنصر ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ قراءات کے لئے صرف صحت سند ہی کافی ہے یا تواتر ضروری ہے۔ اس کے متعلق ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بعض متاخرین نے اس میں تواتر کی شرط لگائی ہے سند کی صحت کو کافی نہیں سمجھا ان کا خیال یہ ہے کہ قرآن تواتر ہی سے ثابت ہوتا ہے۔“ [النشر: ۱/۱۳]

لیکن ابن جزری رحمہ اللہ نے متاخرین کی اس رائے کو ناپسند کیا ہے لکھتے ہیں:

”اس میں جو خرابی ہے وہ ظاہر ہے، کیونکہ جب کوئی قراءت تواتر سے ثابت ہو جائے تو پھر باقی دو ارکان یعنی موافقت رسم مصحف اور عربی قاعدہ کی موافقت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس لیے کہ جو اختلافی وجوہ نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہیں ان کا قبول کرنا واجب اور ان کی قرآنیت کا پختہ یقین کرنا لازمی ہے خواہ وہ رسم کے موافق ہو یا مخالف اور جب تمام وجوہ میں تواتر کی شرط لگا دیں گے تو بہت سی وہ اختلافی وجوہ ختم ہو جائیں گی جو قراء سبعہ سے ثابت ہیں۔“ [حول القراءات الشاذۃ: ۳]

واضح رہے کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ نے حقیقت تواتر یا تصور تواتر کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو قراءات کے ثبوت کے لئے تواتر عددی یا تواتر اسنادی کی شرط لگاتے ہیں۔ پہلے وہ خود بھی اس موقف کے قائل تھے مگر بعد میں جب اس کی خرابی ظاہر ہوئی تو انہوں نے ائمہ سلف کے موقف کو اپنا لیا۔ اس لحاظ سے انہوں نے ان تمام قراءات کے تواتر کو محفوظ کر دیا ہے جو خبر واحد محتف بالقرائن سے ثابت ہیں اور علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ثبوت قراءات کا ایک چوتھا ذریعہ بھی ہے جو تواتر کی ایک مخصوص قسم ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید کا ایک ایک کلمہ، ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت کو بھی تواتر حاصل ہے۔ لیکن یہ تواتر سند وعدد والا تواتر نہیں بلکہ وہ تواتر ہے جسے محدثین 'تواتر' کے مطلق نام کے مصداق کے طور پر پہچانتے وبیان کرتے ہیں۔ تواتر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسنادی کے بارے میں تو پیچھے واضح ہو چکا ہے کہ محدثین اس کے انکاری ہیں، انہوں نے زیادہ سے زیادہ اس کی اگر کوئی مثال پیش کی بھی ہے تو وہ صرف ایک حدیث " من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار " ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی تواتر اسنادی کی تعریف پر پورا نہیں اترتی، کیونکہ دیگر روایات کی طرح اس روایت کے بھی ہر طبقہ میں کثرت عدد موجود نہیں۔ بلکہ متعدد اخبار آحاد میں اس حدیث کے مذکورہ الفاظ مشترک طور پر وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت ان مشترکہ الفاظ کے اتفاق کے ساتھ درجہ یقین کو پہنچتی ہے۔ اس وضاحت کی رو سے یہ روایت بھی تواتر اسنادی کے بجائے تواتر اشتراکی ہی ہے۔ بعض لوگوں نے مکمل روایت میں الفاظ کے اشتراک کی بنا پر حاصل ہونے والے تواتر کو تواتر لفظی اور روایات میں قدر اشتراک کی بنا پر حاصل ہونے والے تواتر کو تواتر معنوی کا نام دیا ہے۔ بعض لوگوں نے مذکورہ تصور کی بنا پر اخبار آحاد کی رو سے ثابت ہونے والی پانچ دیگر روایات کو بھی تواتر لفظی قرار دیا ہے جن میں ایک روایت "أنزل القرآن علی سبعة أحرف" [صحیح بخاری:۴۹۹۱] بھی ہے۔ ان روایات کی تفصیل کے لئے الوجیز فی اصول الفقه از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کے اردو ترجمہ جامع الاصول از ڈاکٹر احمد حسن، میں بحث سنت کا مطالعہ فرمائیں۔ اسی طرح متعدد طرق میں مشترکہ طور پر '' إنما الأعمال بالنيات '' [صحیح البخاری:۱] کے الفاظ موجود ہیں اگرچہ یہ روایت اپنی اصل کے اعتبار سے خبر غریب ہے۔

اسی اشتراکِ الفاظ کے بنا پر بعض حضرات نے اس روایت کو بھی " من كذب علي متعمداً" کی طرح متواتر لفظی بنایا ہے اور بعض لوگ اس روایت کو متواتر معنوی شمار کرتے ہیں، کیونکہ اس روایت میں وارد '' نیت '' کا مضمون مختلف روایات میں آیا ہے جن میں الفاظ کے اختلاف سے قطع نظر نیت کی فرضیت مشترک ہے۔ بعض محدثین تواتر اشتراکی کو تواتر معنوی بھی کہتے ہیں۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ قدر مشترک کا معاملہ کسی مضمون میں بھی ہوسکتا ہے اور متعدد روایات میں ثابت الفاظ میں بھی۔ اس تناظر میں اگر ہم قراءات عشرہ متواترہ صغریٰ و کبریٰ کا جائزہ لیں تو یہ تمام آیاتِ قرآنیہ تواتر الاشتراك فی الفاظ امر الاشتراك فی الآیات کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ مثال سے یہ بات یوں سمجھیں کہ قرآن کے کسی لفظ کو اہل قراءات کے ہاں چھ سے زائد اندازوں سے نہیں پڑھا گیا۔ جبکہ قراءات قرآنیہ متواترہ اس طرق کے ساتھ مروی ہیں۔ گویا قرآن کریم آج امت کے پاس سبعہ احرف سمیت اسی اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی مجموعہ قراءات اس طرق سے ثابت ہیں تو ۹۵ فیصد متفق علیہ اسی روایات میں مشترک الفاظ کے اتفاق کے ساتھ متواتر لفظی بنے۔ علی ہذا القیاس، جو کلمہ چھ اندازوں سے پڑھا گیا ہے تو وہ تقریباً تیرہ تیرہ اخبار آحاد میں موجود مشترک الفاظ کی بنا پر متواتر لفظی میں شامل ہوا۔

یاد رہے کہ چھ اندازوں سے جن کلمات کو پڑھا گیا ہے وہ ایک دو ہیں۔ جنہیں پانچ طرح سے پڑھا گیا ہے وہ اس سے کچھ زیادہ ہیں۔ چار طرح سے پڑھے جانے والے کلمات مزید کچھ زیادہ ہیں۔ اکثر کلمات میں دو یا تین طرح ہی سے پڑھنے کا اختلاف مروی ہے۔ الغرض اسی اعتبار سے دیکھیں تو مروجہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ میں موجود تمام آیات، کلمات اور سوَر متواتراً ثابت ہیں اور محدثین کے ہاں تواتر سے بالعموم تواتر الاِشتراک ہی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ محدثین کے معیارِ تواتر پر قرآن بہر حال ثابت ہے۔ المختصر قرآن کریم کے ثبوت میں پانچ طرح کے تواتر اور قطعیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذرائع موجود ہیں۔

تواتر طبقہ:

اس قسم کا تواتر آئمہ عشرہ سے قبل تو تمام قراءات کے حاصل رہا، البتہ عصر حاضر میں یہ تواتر صرف متداول چار قراء ات اور روایات کو حاصل ہے۔ نیز تواتر کی یہ قسم صرف قرآن مجید کے ساتھ خاص ہے۔

تواتر اسنادی

قرآن مجید کے ثبوت میں اسنادی تواتر موجود ہے البتہ ائمہ عشرہ تک ہے۔ اگر چہ اس سے آگے تواتر اسنادی وتواتر عددی موجود نہیں۔ کیونکہ ائمہ عشرہ سے قبل اختلاط و روایات کا دور دورہ تھا۔

تلقی بالقبول

اس اعتبار سے قرآن قطعی الثبوت طریقہ سے ثابت ہے جسے بعض لوگ تواتر سے تعبیر کرتے ہیں۔ قراءات عشرہ متواترہ کو جمیع فنون کے ماہرین نے ہر دور میں بالاتفاق قبولیت سے نوازا ہے۔ پوری دنیا، جمیع مدارس اور جمیع اہل علم جو قرآن یا قراءات قرآنیہ کو نقل کرنے والے ہیں وہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ مروجہ قراءات عشرہ قرآن ہیں۔

الخبر الواحد المحتف بالقرائن المفيد للعلم القطعي

چوتھی بات جو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ایک قراءت صحت سند سے ثابت ہو اور اس میں رسم عثمانی کی موافقت اور لغات عرب کے مطابق شروط بھی پائی جائیں تو ایسی روایت خبر واحدۃ مقرون بالقرائن کے قبیل سے ہو کر علم قطعی کا فائدہ دے گی۔

تواتر الإشتراك

تواتر اسنادی کا تصور چونکہ آئمہ محدثین کے ہاں صرف خیالی تصور ہے جس کی مثال محدثین کے بقول عملاً موجود نہیں اور تصور تواتر بقول حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ بعض متاخر اصولیوں کی طرف سے پیش کردہ ہے جسے صرف خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اصولیوں سے متاثر ہو کر فن حدیث میں پیش کر دیا۔[التقیید الایضاح ،ص۲۲۵،۲۲۶]

چنانچہ علم مصطلح الحدیث میں تواتر کے جس تصور سے محدثین مانوس ہیں وہ تواتر الاشتراک ہی ہے۔ تواتر کے اس تصور کی رو سے جمیع قراءات قرآنیہ حتمی طور پر متواترہ ثابت ہیں۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ